غیر مسلم معاشروں میں مسلمانوں کے مسائل

(خصوصاً مغربی ممالک کے حوالہ سے)

پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن عارف

صدر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

دور حاضر میں اگرچہ دنیا ''عالمگیریت'' (عولمہ) کے زیر اثر سمٹ کر، ایک گاؤں اور قصبے کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور زمان و مکان کے فاصلے سمٹ گئے ہیں، بایں ہمہ مقام اور ''مکان'' کی اہمیت ابھی ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ عالمگیریت یا گلوبلائزیشن کے تحت کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی ہے اور شاید آنے والا دور بھی اس میں کمی کرنے کے بجائے اضافہ ہی کرے گا۔ اس لیے کہ قدیم زمانے میں لوگوں پر کسی خاص مقام یا جگہ میں رہنے کی پابندی نہ تھی اور ''ارض خدا تنگ نیست'' اور پائے گدا لنگ نیست' کے محاورے پر عمل کرتے ہوئے لوگ جس علاقے اور جس خطے میں چاہتے، رہائش اختیار کر سکتے تھے۔

چنانچہ دنیا کے ہر ملک میں نقل مکانی اور ترک وطن کے تحت دو چار سو نہیں، بلکہ ہزاروں اور لاکھوں خاندانوں نے اپنے اپنے وطنوں کو چھوڑ کر دوسرے ملکوں یا دوسرے خطوں میں جا کر رہائش اختیار کی، بلکہ اگر دیکھا جائے تو آج دنیا کے مختلف ملکوں میں جو لوگ ان ملکوں کی اراضی اور حکومت پر قابض و مسلط ہیں، ان کی اکثریت قدیم زمانوں میں دوسرے ملکوں سے نقل مکانی کر کے وہاں آباد ہوئی اور پھر ایسی بسی کہ وہ وطن انہی کا بن گیا۔ جب کہ جدید دور میں ایسا ممکن نہیں رہا۔ امیر ملک خصوصاً امیر مغربی ممالک نے اپنی اپنی سرحدوں پر سنگین پہرے بٹھا رکھے ہیں۔ تاکہ دوسرے ملکوں کے لوگ وہاں آ کر نہ بس سکیں، اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو آج دنیا وسیع ہونے کے بجائے سمٹ گئی ہے اور ایک گاؤں یا قصبہ بننے کے بجائے...... دو سو سے زیادہ قصبوں اور شہروں میں منقسم ہو گئی ہے، عالمگیریت یا گلوبلائزیشن مغربی استعمار کا ایک طاقت ور ہتھیار ہے۔ جس کے ذریعے غریب ملکوں بالخصوص اسلامی ملکوں پر مغربی تسلط کی ایک نئی پالیسی کی ابتدا ہوئی ہے۔ اور بس (۱)

ان حالات میں خصوصاً مسلمانوں کو جو مسائل درپیش ہیں، ان مسائل کی اہمیت و ضرورت، وقت کے ساتھ ساتھ اور بھی بڑھ گئی ہے اور آنے والا وقت ان کی اہمیت میں مزید اضافہ کر رہا ہے۔

۲۔ مغربی ممالک کے خصوصی حالات

علوم کی نشاۃ ثانیہ کے دور سے، جس کا آغاز ۱۴۹۲ء...... سقوط قرطبہ کے واقعے سے تسلیم کیا جاتا ہے، مغربی ممالک کی سیاسی اور فکری برتری کی ابتداء ہوئی جو اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں

منتہائے کمال کو پہنچ گئی۔ بیسویں اور اکیسویں صدی میں اس غلبے نے سیاسی، اقتصادی اور فوجی غلبے کی حیثیت اختیار کر لی۔ اور بہت سے عالمی ادارے قائم کر کے جن میں اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کے ادارے سرفہرست ہیں۔ ان ملکوں نے اپنی برتری کو مستحکم رکھنے اور مشرقی ممالک خصوصاً اسلامی ممالک کو اپنے زیرنگیں رکھنے...... کے لیے ایک طویل المیعاد منصوبے کی بنیاد رکھ دی ہے۔ جس پر بڑی مستعدی سے عمل ہو رہا ہے۔

جب مغربی ممالک کے سیاسی اقتصادی اور فوجی غلبے کی بات ہوتی ہے تو اس سے ان ممالک میں رہنے والی غالب اکثریت مراد ہوتی ہے۔ ان ملکوں میں اگرچہ کافی تعداد میں مسلمان بھی آباد ہیں، لیکن مسلمانوں کی حیثیت ''نہ محکوم، نہ حاکم'' کی ہے۔ بہرحال ان ملکوں میں مسلمان...... حکومت کے برائے نام ممبر ہونے کے باوجود غالب اور حاکم نہیں ہیں.

۳۔ مغربی ملکوں کا معاشرہ

جس عالمگیریت یا گلوبلائزیشن کا ڈھنڈورا...... مغربی ملکوں کا میڈیا، دن رات پیٹتا ہے۔ اس کی صحیح اور مکمل تصویر...... ان ملکوں کا معاشرہ دیکھنے کے بعد ہی سامنے آتی ہے...... گلوبلائزیشن اور عالمگیریت (عولمہ) کے دعوؤں اور نعروں کے باوجود ''مغربی دنیا'' حقیقت میں آج بھی ''کنوئیں'' کے مینڈکوں کی طرح ہے...... ان کے دکھانے کے دانت اور کھانے کے اور ہیں، غیر متعصب ہونے کا دعویٰ محض کاغذی دعوی ہے اور اس کا حقیقت کے ساتھ دور دور تک کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ان کے ذہنوں میں کھلبلانے والے خیالات اور ان کے ذہنوں کی دنیا میں ہلچل مچانے والے تصورات قرون وسطی اور قرون مظلمہ کے لوگوں سے مختلف نہیں ہے...... اونچی اونچی عمارتوں، کھلی کھلی اور صاف ستھری سڑکوں پر سفر کرنے اور خوب صورت ماحول میں رہنے والی ان اقوام کے ذہن اب بھی افریقہ کے تنگ و تاریک جنگلات میں رہنے والی اقوام سے قطعی طور پر مختلف نہیں ہیں...... یہ قومیں آج بھی ''آدم خور'' ہیں۔ البتہ ان کی ''آدم خوری'' کا طریقہ قدرے مہذبانہ اور شائستہ ہے۔ (۲)

ان کی اسی دوغلی پالیسی کے بارے میں ہی علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا:

یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبیر یہ حکومت پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

اس بنا پر روشن خیالی، علوم کی نشاۃ ثانیہ اور تہذیب وتمدن کی ترقی کے دعوؤں کے برخلاف مغربی ممالک کے مسلمان آج بھی ایسے لوگوں کے مابین بس رہے ہیں، جو انتہا درجے کے متعصب، مخالفین کے لیے بے حد سفاک اور بے رحم، مسلمانوں کے سخت ترین مخالف، اسلام اور قرآن کے منکر ہی نہیں، بلکہ ان کے خلاف بغض وعناد کا مختلف طریقوں اور ذریعوں سے کھلم کھلا اظہار کرنے والے

ہیں۔ان لوگوں کا اگر بس چلے تو یہ چند دنوں میں ہی مسلمانوں کو ختم کر دیں، لیکن شاید یہ بات ان کے بس سے باہر ہے۔اسی لیے...... مغربی مسلمانوں کے مسائل آج بھی، سابقہ دور سے مختلف نہیں ہیں۔ البتہ سائنسی اور تمدنی ترقی نے اس میں کئی نئے مسائل کا اضافہ ضرور کر دیا ہے۔

عالمگیریت اور مغرب کی سائنسی و علمی ترقی سے دنیا کے تمام مذاہب ہی متاثر ہوئے ہیں، لیکن چونکہ باقی مذاہب صدیوں کی تحریف و تبدیلی کے بعد ''برائے نام'' رہ گئے تھے، اس لیے یہ مذاہب سائنسی اور علمی ترقی کا مقابلہ نہ کر سکے اور مکمل طور پر ختم ہوگئے یا انہوں نے اپنے آپ کو اتنا سمیٹ لیا کہ مغربی معاشرے کی مادر پدر آزادی کے سامنے کوئی بند نہ باندھ سکے، اور محض عبادت گاہوں تک محدود ہو کر رہ گئے۔

لیکن اسلام چونکہ ایک زندۂ و جاوید مذہب ہے، جو سائنسی اور علمی ترقی کے ساتھ چلنے کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن مادہ پرستی، بڑھتی اور پھیلتی ہوئی جنس پرستی اور زر اندوزی...... وغیرہ نے مغرب میں بسنے والے مسلمانوں کو ایک ایسے دوراہے پر کھڑا کر دیا ہے جس میں ایک طرف تو محدود آزادی اور پابند زندگی والا، مذہب (اسلام) ہے تو دوسری جانب...... لامحدود آزادی اور مادر پدر آزاد زندگی والی تہذیب ہے...... ان حالات میں بہت سے لوگ تو حیص بیص اور تذبذب میں ہی، زندگی گزار دیتے ہیں۔ جب کہ کچھ لوگ ایسے ہی ہیں، جوان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھی مذہب و ملت کی شمع جلائے بیٹھے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کے مسائل کا ایسا حل پیش کیا جائے، جو ایک طرف مغربی مسلمانوں کے لیے قابل قبول بھی ہو اور دوسری طرف اسلام کے احکام کے بھی عین مطابق ہو۔

وقت حاضر کا یہی سب سے بڑا چیلنج ہے جو آج کے مسلمانوں کو درپیش ہے۔(۳) ہم اپنے اس مقالے میں اسی مغربی معاشرے میں ابھرنے والے اہم ترین سوالات اور ان کے جوابات کے بارے میں ہونے والی پیش رفت کا جائزہ لیں گے۔

ان مسائل کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ تمدنی اور تہذیبی مسائل	۲۔ سیاسی اور جمہوری مسائل
۳۔ عائلی اور خاندانی مسائل	۴۔ مذہب اور دین سے متعلقہ مسائل
۵۔ تعلیمی مسائل	۶۔ طبقاتی و گروہی مسائل۔

جب کہ ان کے جوابات اور حل کے لیے، درج ذیل اداروں کا جائزہ لیا جائے گا:

۱۔ مقامی مساجد و مدارس کا کردار	۲۔ یورپی کونسل برائے افتاء
۳۔ مجمع الفقہ الاسلامی	۴۔ شرعی فقہاء اسمبلی، امریکہ

۵۔ اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا ٦۔ دوسرے ادارے

ان کی مزید تفصیل حسب ذیل ہے:

ا۔ تمدنی اور تہذیبی مسائل

غیر مسلمان ممالک میں عموماً اور مغربی ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ ان ملکوں کی تہذیبوں کے ساتھ موافقت یا عدم موافقت کا ہے۔ دونوں میں اختلاف اگر معمولی نوعیت کا ہوتا تو عین ممکن تھا کہ باہمی مصالحت کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی لیکن یہ اختلاف چونکہ مثبت اور منفی، حق اور باطل، صحیح اور غلط کا ہے، اسلامی تہذیب جن باتوں کو اچھا سمجھتی ہے، مغربی معاشرہ ان باتوں کو برا خیال کرتا ہے اور مغربی تہذیب وتمدن میں جن باتوں کو اچھا سمجھا جاتا ہے...... اسلامی تہذیب میں ان باتوں کو انتہائی معیوب اور غلط تصور کیا جاتا ہے۔ اس لیے دونوں میں مصالحت کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

مثال کے طور پر شرم وحیاء اسلامی معاشرے کا زیور اور مغربی معاشرے میں انسان کا سب سے بڑا عیب ہے...... پردہ اور حجاب اسلامی ماحول کا خصوصی امتیاز، مگر مغربی معاشرے میں انسان کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تصور ہوتا ہے...... بے حیائی اور فحاشی...... اسلامی تہذیب میں انتہائی معیوب جب کہ مغربی معاشرے میں ان کی سب سے بڑی تہذیبی علامت ہے۔ شادی اسلامی معاشرے کی خشت اولیں جب کہ یورپین تہذیب وتمدن میں...... ایک غیر ضروری امر ہے۔

علاوہ ازیں مغربی ملکوں میں مقیم مسلمانوں کے لیے سب سے اہم مسئلہ اپنی جداگانہ شناخت اور اپنے تشخص کا بھی ہے۔ اسلام مسلمانوں کے لیے جداگانہ تشخص پر زور دیتا ہے۔ اس کے نزدیک اسلام ایک الگ دین ہے۔ اور ''کفر'' ایک الگ ملت ہے، ساری دنیا کے مسلمان مل کر ایک قوم (۴) اور ساری دنیا کے کافر ایک الگ قوم ہیں۔ (۵)

بہت سے مغربی دانشور جن میں بعض نام نہاد مشرقی سیاست دان اور زعماء بھی شامل ہیں، مسلمانوں کو مغربی اور کافرانہ معاشروں میں ضم ہونے کا مشورہ دے رہے ہیں، وہ مسلمانوں کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ مذہب ان کا ایک ذاتی مسئلہ ہے، مگر وہ بحیثیت ایک شہری ان ملکوں کی تہذیب وتمدن کا حصہ ہیں، پھر ان کے دفاتر، ان کے پبلک اجتماعات، ان کا میڈیا، خواہ وہ پرنٹ میڈیا ہو، یا الیکٹرانک میڈیا، انہیں اس تہذیب وتمدن میں شامل کرنے اور اس کا ایک حصہ بنانے پر بے حد زور دیتا ہے، جس سے خصوصاً بچے اور نوجوان بری طرح متأثر ہو رہے ہیں۔ (٦)

مغربی ممالک میں مقیم مسلمانوں کا یہ سب سے اہم اور سب سے بڑا مسئلہ ہے، اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے سچا مؤمنانہ جذبہ، اسلامی علوم سے گہری واقفیت اور قرآن وسنہ سے گہرے تعلق اور رابطے

کی ضرورت ہے۔

بہر حال اس حوالے سے اہم ترین مسائل کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ مخلوط آبادی یا علیحدہ آبادی

مغرب میں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ تاہم بڑے بڑے شہروں میں ان کی آبادی اتنی ضرور ہے کہ اگر وہ اپنی الگ بستیاں بنانا اور بسانا چاہئیں تو انہیں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ جیسا کہ بعض مغربی ممالک، مثلاً برطانیہ اور دوسرے کئی ملکوں میں یہ صورت حال نظر آتی ہے۔ اس لیے یہاں کے مسلمانوں کو تہذیبی اعتبار سے جو سب سے بڑے مسئلے کا سامنا ہے وہ یہ ہے کہ:

آیا مسلمانوں کو اپنی الگ بستیاں بسانی چاہئیں، یا غیر مسلموں کی کالونیوں میں رہائش رکھیں (۷)

دراصل مخلوط آبادیوں میں مسلمانوں کو جو ماحول ملتا ہے وہ ان کے تہذیبی اور ثقافتی تصورات سے مختلف ہوتا ہے اور عام طور پر ایسی آبادیوں میں یہ خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ ''ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد''

اس سلسلے میں مسلمانوں کے سامنے ''حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی مثال موجود ہے۔ جنہوں نے حبشہ میں اپنی الگ آبادی بسائی تھی اور وہ کفار کے ساتھ مخلوط نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے اس سلسلے میں شیخ سعدی کا یہ شعر بڑی رہنمائی کرتا ہے:

بدر یادر منافع بے شمار است　　اگر خواہی سلامت، برکنا راست

(دریا میں بہت سی فائدہ منداشیاء ملتی ہیں لیکن اگر تم سلامتی چاہتے ہو تو وہ تمہیں دریا کے کنارے پر ہی ملے گی)

(۲) غیر مسلموں سے تعلقات

غیر مسلم معاشروں میں مسلمانوں کو غیر مسلموں سے بہت سے معاملات میں تعلقات قائم رکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ:

یہ تعلقات آیا دوستی اور محبت کی بنیاد پر استوار کیے جائیں یا مواسات، مدارات اور معاملات کی حد تک محدود رکھے جائیں۔ (۸)

یاد رہے کہ قرآن کریم غیر مسلموں سے موالات، یعنی دوستی اور محبت نہ رکھنے کا حکم دیتا ہے اور صرف معاملات کی حد تک محدود رہنے کی اجازت دیتا ہے۔ دراصل یہاں بھی سب سے بڑا مسئلہ، اپنی شناخت برقرار رکھنے یا کھودینے کا ہے اور سلامتی اسی میں ہے کہ اس تہذیب کے فرزندوں کے

ساتھ تعلقات محدود، یعنی کاروباری اور معاملاتی حد تک رکھے جائیں ورنہ یہ تعلقات مسلمانوں کے لیے اتنے خطرناک ہو سکتے ہیں کہ اس سے ان کے ایمان کے ضائع ہونے تک کا خطرہ ہے۔(۹)

(۳) غیر مسلموں کی دعوتوں اور پارٹیوں میں شرکت

آدمی جس ماحول میں رہتا ہے اس ماحول میں سیٹ ہونے اور اس کے رہنے والوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے خود بھی ان کی دعوتوں اور پارٹیوں میں شریک ہوتا ہے اور بھی انہیں اپنی دعوتوں اور پارٹیوں میں شرکت کی دعوت دیتا ہے، جہاں تک کفار کو اپنے گھر پر بلانے کا تعلق ہے۔ تو اس میں دعوت دینے والی نیت کا بڑی حد تک دخل ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کو اپنے گھر پر کس نیت سے بلا رہا ہے۔ تاہم عام طور پر مسلمان کے گھر میں حلال وحرام کا امتیاز نہیں ہوتا (اگرچہ آج کل مغرب میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے یہ کہنا بھی مشکل ہے) لیکن اگر یہ دعوت کسی کافر کی طرف سے ہو اور اس میں دونوں طرح کے لوگ مدعو ہوں تو اس میں حلت وحرمت کے حوالے سے بہت سے شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں۔

یہ پارٹیاں مذہبی نوعیت کی بھی ہو سکتی ہیں۔ جن میں ان کی مذہبی رسوم ادا کی جاتی ہیں اور سیاسی اور معاشرتی طرز کی بھی...... بہرحال حالات کی نوعیت سے احکام بدل جاتے اور اس بارے میں مسلمانوں کو بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔(۱۰)

۴۔ غیر مسلموں سے ملاقات کے وقت انہیں السلام علیکم یا اس سے ملتے جلتے الفاظ کہنا

جب مسلمان غیر مسلموں سے ملتے ہیں تو ایسے وقت ملاقات کے الفاظ کا تبادلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے وقت، السلام علیکم۔ وعلیکم السلام کے الفاظ کا کہے جاتے ہیں اور یہ ہدایت بھی ہے کہ یہ پاکیزہ دعا صرف مسلمانوں تک محدود ہونی چاہیے۔ اس لیے یہ بات واضح ہے کہ قرآن وسنۃ کی رو سے غیر مسلموں کو السلام علیکم...... وغیرہ کے ذریعے دعا نہیں دی جا سکتی، (۱۱) البتہ دوسرے الفاظ مثلاً صبح بخیر۔ یا شام بخیر (یا مغربی زبانوں میں ان کے مترادفات) کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ غیر مسلموں کے ساتھ رہائش رکھنا

مغرب میں بہت سے نوجوان اسلام قبول کر رہے ہیں۔ یہ نوجوان بعض مجبوریوں کی بنا پر اپنے خاندانوں سے الگ نہیں ہو سکتے۔ وہ انہی کے ساتھ کھاتے پیتے اور رہائش رکھتے ہیں...... اگر تو وہ خاندان ''اہل کتاب'' ہو تو کسی حد تک اسلام اس کی اجازت دیتا ہے، لیکن اگر وہ خاندان لامذہب یا دوسرے مذاہب کے پیروکار ہوں تو ایسے حالات میں انہیں کیا کرنا چاہیے؟

یہ مسئلہ اس وقت اور زیادہ نازک صورت حال اختیار کر لیتا ہے۔ جب اسلام قبول کرنے والا

فرد، مرد کے بجائے عورت ہو؛ اس کے لیے کہ اس کے غیر مسلم ماحول، میں رہنے سے کئی خرابیاں اور نئی قباحتیں جنم لے سکتی ہیں۔

اسی طرح جو نوجوان لڑکے یا لڑکیاں گھر چھوڑ دیتے ہیں، وہاں کی حکومتیں انہیں بھی ایسے اداروں یا ہاسٹلوں میں رکھتی ہیں جہاں غیر مسلم اور آوارہ لڑکے اور لڑکیاں رہتی ہیں۔ اس صورت میں کیا ہونا چاہیے، یہ اور اس طرح کے دوسرے حالات کا صحیح حل تو یہ ہے کہ وہاں کے مسلمان اور ان کی تنظیمیں اپنے علیحدہ ہاسٹل بنائیں جہاں ایسے لوگوں کی رہائش کا معقول بندوبست کیا جائے۔

۶۔ محرمات کو پامال کرنے والے لوگوں کے ساتھ کیسے پیش آیا جائے

یورپ جنس کے معاملے میں کسی طرح کی پابندی یا قدغن قبول کرنے کے لیے تیار نہیں حتیٰ کہ مقدس ترین انسانی رشتوں کا لحاظ بھی ان کے معاشرے میں موجود نہیں۔ (۱۲)

اس معاشرے میں ماں، بہن اور بیٹی تک کے مقدس اور محترم رشتوں کی پامالی کے واقعات عام ہیں۔ ایسے ماحول اور معاشرے میں ایک مسلمان کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے: خاص طور پر اگر ایسے لوگ مسلمانوں کی ہمسائیگی میں رہتے ہوں یا ان کے دفتروں یا فرموں میں کام کرتے ہوں۔ تو کیسا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ الغرض بیسیوں ایسے تہذیبی اور تمدنی مسائل ہیں جن سے مغرب کے مسلمان دوچار ہیں۔ ان حالات کا حل وہاں کے مسلمانوں کے اجتماعی اداروں اور ان کی تنظیموں کے متحرک اور فعال ہونے سے ہی نکل سکتا ہے۔

۷۔ غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں اور ان کی رسوم میں شرکت

اسی طرح غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں اور ان کی مذہبی رسوم میں شرکت کا مسئلہ بھی بڑی اہمیت کا حاصل ہے۔ مسلمان جن ملکوں یا جن معاشروں میں رہتے ہیں۔ وہاں کے لوگوں کی اکثریت جب اپنے مذہبی تہوار مناتی ہے۔ تو بہت سے مسلمان بھی اس میں شرکت کرتے ہیں۔ یہ شرکت بعض اوقات تو محض ''تماش بینی'' یا محض انہیں خوش کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ مؤخر الذکر صورت میں بامر مجبوری ہو تو جائز ہے۔ مگر ایسے حالات شاید دنیا کے چند ایک خطوں میں ہی ہوں گے، ورنہ جمہوری اور سیاسی ملکوں میں کسی کو مجبور کرنے کا تصور...... مشکل سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

(الف) مسلمانوں کے لیے غیر مسلموں کی پوجا عبادات وغیرہ اور

(ب) غیر مسلموں کے کفن و دفن کی رسوم میں شرکت کا مسئلہ۔

اسلام ان دونوں صورتوں کی اجازت نہیں دیتا۔ البتہ غیر مسلم سے تعزیت ضرور کی جا سکتی ہے۔

۲۔ سیاسی دور، جمہوری مسائل

تمدنی اور تہذیبی مسائل ہی کی طرح مغربی مسلمانوں کے سیاسی اور جمہوری مسائل بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں:

ان مسائل کا تعلق بھی مسلمانوں کے جداگانہ تشخص اور بحیثیت مسلمان اپنی شناخت برقرار رکھنے کے ساتھ ہے۔ اس مقصد کے لیے ان ملکوں کے سیاسی اور جمہوری سیٹ اپ میں ان کا شامل ہونا ضروری ہے، حکمت اور مصلحت کا تقاضا یہ ہی ہے کہ ان ملکوں کے مسلمان مقامی سیاست اور مقامی جمہوری نظام میں شامل ضرور ہوں، مگر اس میں اپنی الگ قوم کے طور پر شناخت ضرور قائم رکھیں، یہ بات مسلمانوں کے اجتماعی اور انفرادی حل کے لیے بڑی سودمند ثابت ہوتی ہے اور مسلمانوں کو اپنے مسائل کے لیے غیر مسلموں کے دروازہ پر دھکے نہیں کھانے پڑتے۔ مختلف مغربی ملکوں میں اس حوالے سے مسلم تنظیمیں جو کام کر رہی ہیں اس کے خاطر خواہ اور مفید اثرات ونتائج پیدا ہو رہے ہیں اور مستقبل میں مزید بہتری کے امکانات بھی ہیں۔

بہر حال دیار مغرب کے رہنے والے مسلمانوں کے اہم ترین مسائل کی تفصیل وزج ذیل ہے:

یہاں اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ قدیم زمانے میں مختلف ملکوں پر شخصی حکومتیں تھیں، مگر اب شخصی حکومتوں کی جگہ سیاسی اور جمہوری حکومتوں نے لے لی ہے۔ اس تبدیلی سے یقیناً احکام بھی تبدیل ہوں گے، لہٰذا نئے تناظر میں:

(۱) غیر مسلموں کے سیاسی غلبے اور سیاسی استعمار کے تحت مسلمانوں کے فرائض کیا ہیں:

(الف) کفار کے غلبے اور ان کے سیاسی استعلاء کی بنا، پر کیا مغرب کے مسلمانوں پر ہجرت ضروری ہے؟ عام طور پر ایسے حالات میں جن میں مغرب کے مسلمان زندگی بسر کر رہے ہیں، مسلمانوں پر ہجرت یا ترک وطن کرنا ضروری ہے۔ (دور حاضر کے بعض علماء نے......اس کے عدم وجوب کا قول اختیار کیا ہے) (۱۳)

عام طور پر مسلمانوں کے ملک کو دارالاسلام اور کفار کی مملکت کو دارالحرب کہا جاتا ہے، لیکن دور حاضر میں حالات بدل گئے ہیں، اب کسی ملک کی دوسرے ملک سے مذہب کی بنیاد پر کھلی جنگ نہیں ہے: خود مسلمانوں کے ملک میں بھی، ایسے حالات نہیں ہیں، جہاں اسلام کو بطور ایک مذہب اور نظام کے غلبہ حاصل ہو۔ ان حالات میں یقیناً ان لوگوں کی رائے میں وزن ہے، جنھوں نے ایسے ممالک کو ''دارالعہد'' اور دارالصلح قرار دیا ہے اور وہاں مسلمانوں کے قیام اور ان کے بود وباش رکھنے کی اجازت دی ہے۔ یاد رہے یہ تقسیم شوافع اور حنابلہ کے مسلک کے مطابق ہے۔ (۱۴)

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ ط قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا. فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ (۱۸)......(النساء،۴/ ۹۷)

(جولوگ اپنی جانوں پرظلم کرتے ہیں۔ جب فرشتے ان کی جانیں قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز وناتواں تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا خدا کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے)

لیکن چونکہ اب حالات بدل گئے ہیں۔ دنیا میں شاید ایک ملک بھی ایسا نہیں ہے جہاں سو فیصد اسلامی حکومت ہو اور پھر اپنی مرضی سے وطن چھوڑنا بھی۔ (۱۵) اب پہلے کی طرح ممکن نہیں ہے۔

(ج) اگر غیر مسلم کسی اسلامی ملک پر قبضہ کرلیں، جیسے عراق، افغانستان اور فلسطین وغیرہ غیر مسلموں کی تحویل میں ہیں، تو کیا یہ ملک دارالحرب ہوں گے؟ یا دارالاسلام ہی رہیں گے؟

اس مسئلے کو بھی جدید تناظر میں دیکھنے میں ضرورت ہے؛ موجودہ دور میں پورے ملک کو خالی کردینے کا مطلب اسے مکمل طور پر دشمن کے حوالے کردینا ہے۔ پچاس سے زائد سالوں میں اسرائیل فلسطین پر قابض ہے، اسی طرح مقبوضہ کشمیر پر بھارت نے غاصبانہ قبضہ جمارکھا ہے، مگر اس کے باوجود مسلمانوں نے وہاں سے ہجرت نہیں کی، لہٰذا ایسے ملک کفار کے قبضے میں ہونے کے باوجود دارالحرب نہیں ہیں اور ان سے ہجرت ضروری نہیں۔

(د) کیا مسلمان کسی غیر مسلمان ملک کی پارلیمنٹ یا ان کے سیاسی وجمہوری نظام کا حصہ بن سکتے ہیں۔ مثلاً غیر مسلموں کی سیاسی جماعت میں بطور رکن یا عہدیدار یا معاون یا وزیر یا مشیر کے طور پر شرکت اس بارے میں بھی بعض لوگوں نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ (۱۶)

(ح) اسی طرح کیا مسلمان کسی غیر مسلم ملک میں رہتے ہوئے، ان ملکوں کے سیاسی احکام کی حمایت یا مخالفت کرسکتے ہیں۔ اس بارے میں بھی بعض علماء نے جواز کا فتوی دیا ہے، لیکن اگر اختلاف کیا جائے تو اس کی نوعیت کیا ہونی چاہیے۔ (۱۷)

''دراصل'' مغربی ممالک کے مسلمان اب ان ملکوں کے باقاعدہ شہری ہیں، انہیں ویسے ہی سیاسی اور شہری حقوق حاصل ہیں۔ جو ان ملکوں کے رہنے والے لوگوں کو حاصل ہیں، لہٰذا انہیں حکومت کے مخالف یا منفی اقدامات کے خلاف آواز بلند کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ (۱۸)

(و) <u>غیر مسلم عدلیہ کے فیصلے اور مسلمان</u>

بہت سے مسائل، مثلاً وقف، وصیت، وراثت، ولاء اور تنسیخ نکاح وغیرہ کے جھگڑوں میں عدالت کا فیصلہ ضروری ہے، کیا غیر مسلمان ملکوں کی عدالتیں بھی ایسی صورت میں فیصلہ صادر کرنے کی مجاز ہیں؟ کئی ملکوں میں یہ عدالتیں مسلمانوں کے مقدمات ان کے اپنے قوانین (محمڈن لاء) کے مطابق طے کرتی ہیں۔ خاص طور پر جب دونوں فریقوں کا تعلق مسلمانوں کے ساتھ ہو، ایسے فیصلوں کے درست ہونے میں تو شک نہیں ہے، البتہ جن ملکوں میں فیصلے مقامی قوانین کے مطابق کیے جاتے ہیں یہ فیصلے محل نظر ہیں۔

(ز) <u>غیر مسلم ملکوں کے پرچم کو سلامی دینا</u>

یہ مسئلہ بھی دور جدید کے اہم سیاسی اور جمہوری مسائل میں سے ہے۔ عموماً لوگ جن ملکوں میں رہتے ہیں ان ملکوں کے پرچموں کو سلامی دیتے ہیں اور ان کا ادب واحترام ملحوظ رکھتے ہیں، چونکہ پرچم اس ملک کی سیاسی اور مذہبی قوتوں کا ایک نشان ہے اور اس کو سلامی دینے کا مطلب اس ملک کی قوت حاکمہ کو سلامی دینا ہے، اس لیے اس بارے میں علماء نے کم سے کم بھی کراہت کا فتویٰ دیا ہے۔ (۱۹)

(ح) احتجاج کرنے کے جدید طریقے

<u>جلسے، جلوس، ہڑتال وغیرہ کرنا۔</u>

دور حاضر میں کسی بھی مسئلے کے بارے میں اپنا احتجاج ریکارڈ کروانے اور مخالف قوتوں سے اظہار ناراضگی کرنے کے اور حکومت کے خلاف سیاسی اور جمہوری جدوجہد کرنے کے یہی طریقے ہیں، اس لیے اکثر علماء کے نزدیک ان ذرائع کے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (۱۹)

بہت سے اسلامی ملکوں میں بھی، جن میں پاکستان، ایران، ترکی، انڈونیشیا، ملائیشیا، اور دوسرے کئی ملک شامل ہیں، لوگ اپنا احتجاج ریکارڈ کرانے کے لیے یہی طریقے اختیار کرتے ہیں، لہٰذا مغربی ملکوں کے مسلمان بھی اس راستے کو اختیار کر سکتے ہیں۔

(ط) حکومت کے کسی اقدام یا عمل سے اظہار ناراضگی کے لیے غیر مسلم جماعتوں کی مدد حاصل کرنا اور ان کی امداد واعانت کے ساتھ حکومت کے خلاف سیاسی و عملی جدوجہد کرنا بھی، نامناسب نہیں ہے۔ اس لیے کہ جیسا کہ اوپر تذکرہ ہوا، اگر مقصد نیک ہو تو ایسی جدوجہد کے لیے غیر مسلموں سے اشتراک عمل کرنے میں، کوئی قباحت نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے اس کی عملی مثالیں بطور اسوۂ حسنہ موجود ہیں۔ (۲۰)

(ی) <u>اپنے حقوق کے لیے لڑنا اور جان دے دینا</u>

ان تمام باتوں کے باوجود، بہرحال مسلمان ان ممالک میں اجنبی ہیں اور ان ملکوں کی زمینیں

اور فضائیں ان کی مخالف ہیں ...... اور ان پر ان کے گھروں میں، یا آتے جاتے ہوئے حملے ہوتے رہتے ہیں، ایسے حالات میں مسلمانوں کو ان کے خلاف لڑنے کی اجازت ہی نہیں، بلکہ حکم ہے۔ اس کے جواز اور اس راہ میں مارے جانے والے کے شہید ہونے کے متعلق دو آراء نہیں ہے، کیوں کہ ارشاد نبوی ہے:

من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد ،ومن قتل دون اهله فهو شهيد. (۲۱)

جو شخص اپنے مال کو بچاتا ہوا مارا گیا، وہ شہید ہے۔ جو شخص اپنی جان بچاتا ہوا مارا گیا وہ شہید ہے، جو شخص اپنے دین کا دفاع کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے۔ جو شخص اپنے گھر والوں کو بچاتے ہوئے مارا گیا۔ وہ شہید ہے۔

۳۔ عائلی اور خاندانی مسائل

غیر مسلم معاشروں، خصوصاً مغربی ملکوں میں بسنے والوں کو سب سے زیادہ جس محاذ پر مشکلات کا سامنا ہے۔ وہ خاندانی اور عائلی زندگی کا محاذ ہے...... وجہ یہ ہے کہ دونوں تہذیبوں کے مابین تصادم کا یہ وہ مقام ہے جہاں دشمن کا حملہ سب سے زیادہ شدید ہے...... اور جس محاذ پر دونوں معاشروں یا دونوں تہذیبوں کے مابین پہلا ٹکراؤ ہوتا ہے۔ یہ محاذ امت مسلمہ کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ بہر حال ان نوع کے مسائل کی ایک مختصر سی فہرست درج ذیل ہے:

ا۔ مسلمان مردوں کی غیر مسلم عورتوں سے شادی بیاہ

''دیار مغرب'' میں بسنے والے مسلمان کچھ تو ''جمال پرستی'' کے نتیجے میں اور کچھ حالات کے تحت، غیر مسلموں سے شادیاں رچاتے رہتے ہیں، جس کے عواقب و ثمرات ہرگز مثبت نہیں ہیں، پاکستان کے ایک مشہور سیاسی قائد کی سابق بیوی کی طرح وہاں کی عورتیں، اپنی تہذیبی اور ثقافتی روایات اپنے ہمراہ لاتی ہیں اور انہی کے ساتھ واپسی چلی جاتی ہیں، اس کے نتیجے میں بچے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

اس کی مزید تفصیل درج ذیل ہے:

(ا) مسلمان مرد کی کتابیہ (یہودی یا عیسائی عورت) سے شادی، ایسی شادی اگرچہ قرآن کریم کی رو سے جائز ہے۔ (۲۲)، تاہم حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس پر پابندی عائد کر دی تھی اور یہ فرمایا تھا کہ جو مسلمان کسی مسلمان عورت کو چھوڑ کر کتابیہ سے شادی کرے گا، وہ اسے سزا دیں گے۔

(ب) مسلمان کی ...... ہندو، بدھسٹ، یا بے دین عورت سے شادی' ایسی شادی بلا کسی اختلاف

کے ناجائز ہے۔(۲۳)

(ج) مسلمان مرد یا مسلمان عورت کا غیر مسلم پارٹنر کے ساتھ بغیر نکاح کے رہنا، سخت ترین گناہ اور بہت بڑا جرم ہے۔(۲۴)

اس نوع کے واقعات میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے، مسلمانوں کے دلوں سے اس جرم کی سنگینی کا احساس ختم ہوتا جا رہا ہے۔

مغرب کے لوگوں نے ''شادی کے ادارے کو مکمل طور پر ختم کرنے اور اور محض ''پارٹنر شپ'' پر زندگی گزارنے کے فیصلہ کر لیا ہے، یہ وبا اتنی تیزی سے مقبول ہو رہی ہے کہ خود مغربی دانش ور پریشان ہیں، ان حالات سے مسلمان خاندانوں کا متاثر ہونا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔

(۴) مسلمان عورت کی غیر مسلم سے شادی، خواہ وہ کتابی...... یہودی و عیسائی...... ہو یا کسی اور مذہب کا حامل مکمل طور پر حرام اور ناجائز ہے۔(۲۵)

(ہ) جبری شادی:

اسلام مسلمان مرد کی طرح مسلمان عورت کی جو عاقل بالغ ہو، جبری شادی کی اجازت نہیں دیتا، ایسی صورت میں فیصلے کا اختیار لڑکی/عورت کے پاس رہتا ہے۔ وہ چاہے تو ایسے نکاح کو قبول کرے اور چاہے تو رد کر دے۔(۲۶)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مغربی ممالک میں ''جبری شادی'' سے مراد وہ تمام شادیاں ہیں، جو والدین کی مرضی سے منعقد ہوتی ہیں۔ جنہیں ہمارے ہاں (Arrange Marriage) کہا جاتا ہے، دراصل مغرب میں شادی کے معاملے میں والدین کا عمل دخل مکمل طور پر ختم کر دیا گیا ہے اور یہ مسئلہ مکمل طور پر لڑکے اور لڑکی کا صوابدیدی اختیار بن کر رہ گیا ہے۔ اس لیے ان ملکوں میں ''جبری شادیوں'' کے عنوان سے مسلمانوں کے خلاف جو پروپیگنڈا کیا جاتا ہے، اس میں بڑی حد تک صداقت نہیں ہے۔

(۲) اولاد کی پیدائش سے متعلقہ مسائل

یوں تو سائنس کی ترقی سے مشرق بھی متاثر ہوا ہے، تاہم مغرب کے لوگ تو براہ راست اس کی زد میں ہیں اور جو بھی کوئی نئی بات دریافت ہوتی ہے۔ وہ فوری طور پر اس معاشرے میں قبول کر لی جاتی ہے۔ چاہے عقل و دانش اس کے کتنی ہی خلاف ہو۔ مثال کے طور پر مرد کے مادہ منویہ کو عورت کے بیضہ کے ساتھ ملا کر مصنوعی طریقے سے بار آور کرانا اور پھر اسے کسی عورت کے رحم میں رکھ دینا، جسے ''ٹیسٹ ٹیوب بے بی'' کہا جاتا ہے۔ اس مصنوعی عمل سے ایسے لوگوں کے ہاں اولاد پیدا کی جاتی ہے

جو قدرتی طریقے سے اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ لیکن سائنسی ترقی اور مغرب کے کج ذہن کے لوگوں نے اس مسئلے میں ایسی ایسی قباحتیں پیدا کر دی ہیں کہ یہ مسئلہ بہت سے مسائل کا مجموعہ بن گیا ہے۔ اس بارے میں جو اہم مسائل ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف) ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا جواز و عدم جواز، متبادل ماں (یا کرایہ پر حاصل کردہ بچہ دانی) کا جواز اور عدم جواز (اس کی اکثر صورتیں ممنوع اور حرام کے زمرے میں آتی ہیں۔ (۲۷)

(ب) اجرت پر حاصل کردہ رحم کے باب میں مولود کے نسب کی اہمیت (۲۸)

(ج) اس صورت میں حقیقی ماں کون ہوگی اور رضاعی کون۔

الغرض ان میں سے ہر مسئلہ ایسا ہے کہ اس پر پوری پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ دراصل اگر ''حقیقی ماں'' (جس کا بیضہ حاصل کر کے بارآور کیا گیا ہے) کسی وجہ سے اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو، تو کسی اور عورت سے، معاوضہ دے کر، اس کے رحم یا اس کی بچہ دانی کو کرائے پر حاصل کیا جاتا ہے اور یہ دوسری عورت کسی اور مرد یا عورت کے بچے کی ماں بنتی ہے، مگر اس سے پیدا ہونے والی اولاد اس کی اپنی اولاد نہیں ہوتی۔

مغربی معاشرے میں ایسی بھی مثالیں موجود ہیں کہ حقیقی ''ماں باپ'' کے بچے کو ان کی اپنی بیٹی نے پیدا کیا...... اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ۔ اس کا اپنا بھائی اور پیدا کرنے والی اس کی بہن ہوگی...... اس طرح کی بے شمار صورتیں مغربی معاشرے میں جواز و عدم جواز کی بحث سے بالاتر ہو کر دیکھنے میں آتی ہیں۔

۳۔ ضبط ولادت اور اس سے متعلق مسائل

مغربی معاشرے میں اولاد پیدا نہ کرنے کا رواج اتنا پھیلتا جا رہا ہے کہ خدشہ ہے اگر یہی رفتار رہی تو شاید مغرب کے ''لوگ'' نسلی طور پر ختم ہو کر رہ جائیں گے۔ یا وہ خصوصاً ایشیا اور افریقہ کی بڑھتی ہوئی آبادی کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ ایک مغربی دانشور نے اسے ''بے اولاد مغرب'' کے تناظر میں دیکھا ہے۔ (۲۹)

معاشرے کے ان حالات کا مسلمانوں پر بھی بہت اثر پڑا ہے، اور وہاں آبادی یا اولاد کو کنٹرول کرنے کے جو نت نئے طریقے اختیار کیے جا رہے ہیں۔ مسلمان بھی انہیں اپنا رہے ہیں، ان طریقوں یا طریقہ ہائے علاج کو آسانی کے لیے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) وہ طریقے جن میں قبل از وقت احتیاط برتی جاتی ہے۔

(۲) وہ جن ذریعے میں بعد از وقت مصنوعی طریقے یا عمل سے بچے کی ولادت روکی جاتی ہے۔

اول الذکر طریقے چونکہ کافی حد تک ''عزل'' کے طریقے کے مشابہہ ہیں۔اس لیے کسی حد تک اسلام میں اس کا جواز موجود ہے۔البتہ مؤخرالذکر طریقوں کے عدم جواز میں کوئی شبہے کی گنجائش نہیں،سوائے اس صورت کے جب کسی جسمانی یا طبعی مجبوری کی بناپر ایسا کرنا ناگزیر ہوجائے۔

(د) کلوننگ کا جواز وعدم۔(۳۰)

(ب) مرد ڈاکٹر سے بلاضرورت کی ولادت کرانا۔اوراس سے متعلقہ مسائل

(ج) کیا مسلمان عورت،غیر مسلم عورت کے سامنے اپنا ستر کھول سکتی ہے۔یا نہیں۔(۳۱)

(۴) دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کا مسلمان ہوجانا

میاں بیوی میں سے اگر میاں مسلمان ہوجائے اور بیوی مسلمان نہ ہو یا بیوی مسلمان ہوجائے اور خاوند مسلمان نہ ہو۔

فقہ اسلامی مسلمان اکیڈمی انڈیا نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۳۔۱۶ اپریل ۲۰۰۱ء بمقام جامعہ سید احمد شہید کٹولی ملیح آباد میں قرارداد نمبر ۲ کے ذریعے عورت کو مشورہ دیا ہے کہ وہ یا تو اپنے شوہر کے مسلمان ہونے کا انتظار کرے،چاہے اس میں طویل مدت لگ جائے اور اگر وہ تنسیخ نکاح چاہتی ہو تو فسخ نکاح کے لیئے قاضی کو درخواست دے۔(۳۲)

(ب) اسی طرح اگر خاوند مسلمان ہوجائے اور عورت مسلمان نہ ہو (ایسی صورت میں بھی انتظار کیا جاسکتا ہے۔)(۳۳)

(۵) غیر مسلم قاضی کی تنفیذ طلاق کا حکم

میاں بیوی میں نزاع اور ناچاقی پیدا ہونے کی صورت میں انہیں عدالت کی طرف رجوع کرنے کے لیے کہا جاتا ہے...... عام طور پر مسلمان عدالتیں اپنے طریقہ کار کے مطابق کام کرتی ہیں ،اور مغربی ممالک کی عدالتیں اپنے انداز میں،لہٰذا سوال یہ ہے کہ:

کیا مغربی اور غیر اسلامی ممالک میں قائم عدالتوں کی جانب سے طلاق کا نفاذ درست ہے۔
یورپی کونسل برائے تحقیق وافتاء نے اپنے پانچویں اجلاس (منعقدہ ڈبلن واقع آئرلینڈ،۳۰ محرم تا ۳ صفر ۱۴۲۱ھ/۴۔۷ مئی ۲۰۰۰ء زیر صدارت ڈاکٹر یوسف القرضاوی) اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔(۳۴)

۶۔ عورت کا خود کو طلاق دینا (یا عورت کا اپنے خاوند کو طلاق دینا)

اسلام میں یہ دونوں باتیں جائز نہیں ہیں۔(۳۵)

البتہ اگر مرد نے اپنی بیوی کو نکاح کے وقت حق طلاق تفویض کردیا ہو تو ایسا کرنا جائز ہوگا، بشرطیکہ اس نے بعدازاں اس حق کو اس سے واپس نہ لے لیا ہو۔

٧۔ کفو کا مسئلہ

مسلمان خواتین کے نکاح کے لیے لڑکے کا ان کے ہم سریا ''کفو'' ہونا ضروری ہے، اور اگر اس کی رعایت نہ رکھی جائے تو اسلام لڑکی یا اس کے سرپرست کو نکاح کی تنسیخ کا اختیار دیتا ہے، مگر یورپ میں اس کا خیال اور لحاظ رکھنا مشکل ہے۔ اس کے متعلق البحر الرائق کا فتویٰ یہ ہے کہ یہ مسئلہ صرف اہل عرب کا تک محدود ہے، عجمی ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ (٣٦) اسی طرح اگر لڑکے اور لڑکی کے مابین معاشرتی تفاوت ہو تو اس کا لحاظ بھی درست نہیں ہے۔ (٣٧) البتہ مذہب (اسلام) کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

٨۔ انٹرنیٹ/فون/ وغیرہ کے ذریعہ نکاح

غیر مسلم مغربی ممالک میں اس کا بھی رجحان بڑھ رہا ہے، اسلام چونکہ معاملات کو صاف و شفاف رکھنا چاہتا ہے اور ان تمام ذرائع میں دھوکے اور غرر کا پہلو موجود ہے، لہٰذا ان ذرائع سے نکاح کا جواز محل نظر ہے۔ (٣٨)

البتہ ان صورتوں میں اسلام میں نکاح بذریعہ وکیل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ (٣٩)

(٩) بچوں کے اسلامی ناموں میں مقامی لہجوں اور بولیوں کی آمیزش...... وغیرہ۔ بعض ملکوں میں خاص طور پر ایسے ممالک میں جہاں مسلمانوں کے خلاف بڑا تعصب پایا جاتا ہے، مسلمان اپنے بچوں کے نام اس طرح رکھتے ہیں کہ اس سے ان کا بطور مسلمان تشخص واضح نہ ہو...... اور ملا جلا سا نام رکھ لیتے ہیں...... یہ صورت حال ہندوستان میں بڑی خطرناک حد تک موجود ہے۔ اسی طرح کئی ایک مغربی ممالک میں بھی یہی صورت حال نظر آتی ہے...... ایسا کرنا اپنے تشخص اور بطور مسلمان اپنی شناخت کو کھودینے کی طرف پہلا اقدام ہے۔ مسلمانوں کے لیے اپنے بچوں کے اسلامی نام رکھنا ضروری ہے۔ اس سے بطور مسلمان ان کی شناخت قائم رہتی ہے۔

(٤) مذہبی و دینی مسائل

تہذیبی و سیاسی، معاشرتی، عائلی و خاندانی مسائل ہی طرح، مغرب کے غیر مسلم معاشروں میں رہنے والے مسلمان بہت سے مذہبی اور دینی مسائل کا بھی شکار ہیں۔ مثال کے طور پر اس نوع کے مسائل ...... میں سے چند اہم مسائل یہ ہیں:

(الف) ١۔ مساجد کا قیام

(الف) ''مساجد'' مسلمانوں کی تہذیبی، ثقافتی اور مذہبی زندگی کا مرکز اور اس کی علامت ہیں۔ مسلمان جہاں بھی گئے۔ انہوں نے وہاں جا کر مساجد قائم کیں۔ چنانچہ مغربی ممالک میں بھی

مسلمانوں نے ہر جگہ مساجد قائم کر رکھی ہیں، مگر وہاں کے غیر مسلم ماحول نے بہت سے سوالات پیدا کر دیئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ مغربی ممالک میں مساجد کا قیام حکومت کی پیشگی منظوری پر موقوف ہے اور بعض اوقات مسلمانوں کو اس کے حصول کے لیے برسوں لگ جاتے ہیں۔ کیا حکومت کی منظوری سے قبل جس مکان میں مسلمان عبادت اور مذہبی فرائض ادا کرتے ہوں، اس کی حیثیت مسجد کی ہوگی...... یا محض ایک مکان کی۔ (مغرب میں مؤخر الذکر کے لیے ''مصلی'' کی اصطلاح رائج ہے:)

۲۔ مسلمانوں کے نزدیک مسجد کی جگہ فرش سے لے کر عرش تک مسجد ہے، لیکن اگر محض کوئی فلیٹ خرید کر مسجد بنا دیا گیا ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ چونکہ نماز کی ادائیگی کے لیے تو کسی خاص جگہ یا مکان کی پابندی نہیں ہے۔ اس لیے مسلمان جہاں بھی نماز ادا کریں گے۔ خواہ وہ باقاعدہ مسجد ہو یا مصلیٰ (نماز کی جگہ) نماز بہر حال ہو جائے گی۔ البتہ مکمل مسجد ہونے میں بحث کی گنجائش ہے۔

۳۔ مسجد یا مدرسہ کے وقف کے لیے امام ابوحنیفہ کے نزدیک عدالت کا فیصلہ ضروری ہے۔ کیا ......غیر مسلم عدالت کا فیصلہ بھی قابل قبول ہوگا؟ (یقیناً ہونا چاہیے)

۴۔ ان علاقوں میں مسلمانوں کو لاؤڈ سپیکر پر اذان کی اجازت نہیں ہے اور مسجد کے اندر کہی گئی اذان برابر کے مکان تک میں سنائی نہیں دیتی...... اس صورت میں اذان کی سماعت پر مسجد میں حاضری کے وجوب ولزوم کا کیا حکم ہوگا؟

۶۔ کیا مسلمان اپنی مساجد کی تعمیر اور ان کی مرمت و اصلاح اور خدمت وغیرہ کے لیے غیر مسلموں سے چندہ اور امداد لے سکتے ہیں: (۴۰)

(بعض علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے...... ناروے اور سویڈن اور دوسرے مغربی ملکوں کے مسلمان غیر مسلم حکومتوں کی امداد قبول کرتے ہیں)

۷۔ سود پر رقم لے کر مسجد کی تعمیر کا حکم

بہت سے مسلمان مختلف بینکوں اور مالیاتی اداروں سے سود پر رقم لے کر اس سے مساجد تعمیر کرتے ہیں اور اس کے لیے یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ جب مسلمان قرض لے کر اپنا گھر بنا سکتے ہیں تو مسجد کیوں نہیں؟ ڈنمارک میں مسلمانوں نے قرض لے کر بہت بڑا اسلامک سنٹر بنایا ہے جس کا قرض قسطوں کی صورت میں ادا کیا جا رہا ہے؟ جب کہ جمہور کے نزدیک یہ بات درست نہیں ہے:

۸۔ جمعہ کی ادائیگی کے احکام

ان ملکوں کے مسلمان آزاد نہیں ہیں۔ اور نہ ہی مکمل طور پر محکوم ہیں، کیا ان ملکوں کے مسلمانوں پر جمعہ واجب ہے؟ اور اگر یہ لوگ جمعہ ادا کرلیں تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

بعض شہروں (مثلاً پیرس میں ذاتی طور پر یہ واقعہ دیکھنے کا اتفاق ہوا، کہ ایک ہی مسجد میں دو دو جمعہ اور اسی دو دو طرح عید کی نمازیں ہوتی ہیں۔ ایک نماز پہلے اور اس کے آدھ گھنٹہ کے بعد دوسری اس طرح بعد میں ادا کردہ۔ نماز کا کیا حکم ہوگا؟

(۹) کئی شہروں (مثلاً ناروے کے دارالحکومت اوسلو میں لوگ) تین تین دن عید ادا کرتے ہیں، کچھ مسلمان سعودی عرب کے ساتھ، کچھ مقامی روایت کے مطابق اور کچھ محض سائنسی اندازے اور قیاس کے مطابق......ان میں سے کون سا طریقہ درست ہے؟

(۱۰) مسلمانوں کے مذہبی تہواروں، دعوتوں اور افطار وغیرہ میں غیر مسلموں کی شرکت (۴۱)

(۱۱) غیر مسلموں کی رعایت کرتے ہوئے اپنے کسی جائز اور مباح کام کرنے سے گریز (جیسے گاؤ کشی کرنے سے اجتناب) (۴۲)

(۱۲) مسلمان خواتین کے حجاب/ سکارف کا مسئلہ

(۱۳) مسلمانوں کے ان تہواروں کے موقع پر غیر مسلمانوں کو مدعو کرنا، یا ان سے مبارک بادیں وصول کرنے کا کیا حکم ہے؟

(ب) زکوٰۃ وصدقات اور ان سے متعلقہ مسائل

نماز اور جمعہ وعیدین ہی کی طرح، زکوٰۃ کے حوالے سے بھی بہت سے مسائل ہیں، مثلاً

(۱) اسلام نے غیر مسلموں کو تالیف قلب کے لیے زکوٰۃ دینے کی اجازت دی ہے، کیا کسی ایسے مغربی ممالک میں مقیم ضرورت مند غیر مسلم افراد کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، (۴۳) جہاں ریاست ان کے معاشی حقوق کی ضامن ہے؟

(۲) کیا مسلمان اپنی زکوٰۃ غیر مسلموں کے قائم کردہ کسی رفاہی ادارے میں دے سکتے ہیں۔

(۳) غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں اور ان کی رسوم کی ادائیگی کے لیے چندہ دیا جاسکتا ہے؟

اگر تو ایسا ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے کیا جارہا ہو تو اس کے عدم جواز میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا اور اگر محض ''دفع شر'' کے لیے کیا جارہا ہو، تو کسی حد تک جواز کی گنجائش موجود ہے۔ (۴۴)

فرانس اور بعض دوسرے مغربی ملکوں میں مسلمان طالبات کے لیے سکارف پہن کر کسی بھی تعلیمی ادارے میں شرکت کرنا ممنوع ہے۔ اس حوالے سے مسلمانوں کے بہت سے فورموں پر اس کے خلاف آواز اٹھائی گئی ہے۔

(۵) تعلیمی مسائل

تہذیبی، سیاسی وعمرانی اور مذہبی و عائلی مسائل کے ساتھ ساتھ، مغرب میں بسنے والے

مسلمان اپنے بچوں کے تعلیمی مسائل کے سلسلے میں بھی بے حد پریشان ہیں...... اس سلسلے کا تعلق بھی مغرب میں بسنے والے مسلمانوں کی بطور مسلمان اپنی بقا اور اپنے الگ قومی وملی تشخص کے ساتھ ہے۔ مغرب کے پاس مسلمانوں کی بطور مسلمان شناخت ختم کرنے اور ان کو مغربی معاشرے میں مکمل طور پر ضم کرنے کے لیے تعلیم دوسرا بڑا ہتھیار ہے۔ اگر مغرب کے مسلمانوں نے اپنے اپنے مقامی وسائل اور اپنے اپنے Set-up میں رہتے ہوئے، اس مسئلے کے موزوں اور بروقت حل کی طرف توجہ نہ کی، تو اس بات کا خدشہ ہے کہ ان کی نئی نسل بہت جلد اپنا تشخص کھودے گی اور ان ملکوں کی مٹی، مکمل طور پر، انہیں اپنے اندر ضم کرلے گی (۴۵) بہر حال اس حوالے سے مسلمانوں کے اہم ترین مسائل درج ذیل ہیں:

۱۔ مسلمانوں کے لئے غیر مسلموں کے قائم کردہ ایسے تعلیمی مدارس میں اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کا مسئلہ، جہاں یہ بات واضح ہو، کہ ان مدارس میں ان کے بچوں کو عیسائی یا بے دین بنانے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

یہ مسئلہ صرف ''مغربی مسلمانوں کو ہی درپیش نہیں۔ بلکہ پاکستان، ترکی، انڈونیشیا اور ملائشیا، جیسے ترقی پذیر مسلم ممالک میں بھی اہمیت اختیار کررہا ہے، اس لیے کہ ان ملکوں میں آباد، نام نہاد اشرفیہ کے لیے اس طرح کے مدارس میں اپنے بچوں کو تعلیم دلانا ان کے Status کا مسئلہ بن گیا ہے۔

اس نوع کے مدارس میں بچوں کو تعلیم دلانا یقیناً مذہبی پہلو سے، ''خودکشی'' کرنے کے مترادف ہے، اس لیے، اس سے ان بچوں میں مادر پدر آزادی کے رجحانات کو پروان چڑھتے ہیں۔ (۴۶)

یہ جرم اس وقت اور بھی سنگین ہوجاتا ہے، جب مقامی طور پر مسلمانوں کے اپنے مدارس میں موجود ہوں، مگر محض اپنی نام ونمود یا پانی شان بڑھانے کے لیے بچہ کو دوسرے مدارس میں داخل کرایا جائے۔

(۲) ایسے مدارس اور تعلیمی اداروں کو عطیات دینا، جو نوجوانوں میں، تعلیم کے ساتھ ساتھ بے راہ روی کو فروغ دیتے ہیں...... یقیناً اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

(۳) ایسے مدارس اور ایسی تعلیم گاہوں کو چلانا، جن میں اسی طرح کی تعلیم دی جاتی ہے؟ بہت سے مسلمان مغربی ملکوں میں جدید مدارس اور تعلیم گاہوں سے وابستہ ہیں، مگر ان لوگوں میں یا تو اس مسئلے کا شعور وادراک نہیں ہی، یا پھر شعور وادراک تو ہے، مگر ان کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے، اس لیے وہ ''نمک'' کی کان میں جاکر، خود بھی نمک بن گئے ہیں۔

(۴) حجاب اور سکارف کا مسئلہ

تعلیمی اداروں کے حوالے سے، ایک اہم ترین مسئلہ حجاب اور سکارف کا بھی ہے۔ فرانسیسی

حکومت نے مسلمان بچیوں کے لیے اسکارف لینے پر پابندی عائد کر دی ہے...... جس کی تقلید اور دوسرے کئی مغربی ملکوں میں کی جارہی ہے...... کیا مسلمان بچیوں کے لیے سر کو ڈھانپے بغیر، ان مدارس اور تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کرنا جائز ہے۔ (۵۲)

الغرض یہ اور اس طرح کے بیسیوں مسائل ایسے ہیں، جن کا مغربی ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کا سامنا ہے......

۶۔ طبقاتی مسائل

یہ تو مسائل کا ایک عمومی جائزہ تھا...... اس فہرست میں مختلف طبقات کے مسائل و معاملات کو بھی اگر شامل کر لیا جائے۔ تو یہ فہرست مزید پھیل جائے گی...... مثلاً:

(۱) بچوں

(۲) نوجوانوں

(۳) ملازمت پیشہ لوگوں اور

(۴) بزرگوں کے مسائل، وغیرہ۔

دور حاضر میں ہر شخص اپنی اپنی عمر کے مطابق کسی نہ کسی الجھن کا شکار ہے...... مسلمانوں کے بچے اور نوجوان ...... اپنے مسائل رکھتے ہیں، اور ملازمت پیشہ اور بزرگ حضرات اپنے مسائل...... یوں لگتا ہے کہ ہر شخص مسائلستان بنا ہوا ہے اور دنیوی چمک دمک...... نے انہیں ظاہری طور پر دولت مند تو بنا دیا ہے، مگر ان سے ان کی روحانی اور باطنی خوشی چھین لی ہے۔

حکیم الامت علامہ اقبال نے دل اور شکم کا موازنہ کرتے ہوئے سچ ہی کہا تھا:

دل کی آزادی، شہنشاہی شکم سامان موت
فیصلہ ترا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

عصر حاضر ملک الموت ہے ترا
جس نے قبض کی روح تیری دے کے تجھے فکر معاش

یہ تمام مسائل، محض علم نہیں، بلکہ عمل چاہتے ہیں، مگر اس وقت اسلامی دنیا بذات خود بہت سے مسائل اور بہت سی الجھنوں کا شکار ہے۔ ان حالات مین، ان کے دکھوں کا علاج اور امداد کون کرے گا۔

۷۔ مسائل ہذا کے حل کے لیے ہونے والی کوششوں کا جائزہ

اب آیئے ان مسائل کے حوالے سے ہونے والی کوششوں کا ایک جائزہ لین۔

۱۔ مقامی مساجد و مدارس کا کردار

اس حوالے سے سب سے اہم کردار تو مقامی مساجد، مدارس اور ان ممالک میں قائم اسلامک سنٹروں کا ہے، ان کا کردار مغربی معاشرے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، لیکن ان ''مراکز علمیہ'' کے مؤثر کردار میں میں درج ذیل امور حائل ہیں:

(الف) ان مراکز علمیہ میں کم پڑھے لکھے علماء کی موجودگی

اس بارے میں سب سے اہم وجہ تو (باستثنائے چند) بیشتر ممالک میں جو دینی ادارے مساجد اور اسلامک سنٹر وغیرہ کام کر رہے ہیں۔ ان میں متعین علمائے کرام میں سے بیشتر کی تعلیمی استعداد بے حد محدود ہے۔ ان کا مبلغ علمی نمازوں کی امامت اور بچوں کو ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم و تدریس دینے تک محدود ہے۔ اس سے آگے، ان کی حد پرواز نہیں ہے۔

جب کہیں کوئی نئی مسجد بنتی ہے۔ تو عام طور پر، انہی علمائے کرام کے اپنے بیٹے اور داماد وغیرہ اس کی امامت و خطابت کے لیے منتخب کر لیے جاتے ہیں۔ یہ لوگ کم تنخواہ پر گزارہ کر لیتے اور نسبتاً انتظامیہ کے لیے کم پریشانی کا موجب بنتے ہیں۔ اسی بنا پر ان ممالک میں مساجد و مدارس کی انتظامیہ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کو لانے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ایک تو انہیں تنخواہ اور دوسرے مراعات زیادہ دینا پڑتی ہیں، دوسرے یہ لوگ ضروری نہیں۔ کہ ان کے احکام پر سو فیصد عمل بھی کریں۔ اس لیے...... اکثر ممالک میں ''اسی گزارہ کرو'' والی پالیسی سے عمل ہو رہا ہے، اس بنا پر...... مسلمانوں کی مساجد و مدارس اور ان کے اسلامی مراکز...... اس حوالے سے کوئی مؤثر کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں اور ان علمی اور فکری مراکز سے اجتماعی اور انفرادی اجتہاد تو دور کی بات ہے، مسائل کا صحیح علم بھی لوگوں تک نہیں پہنچ رہا۔

۲۔ فرقہ واریت اور قوم پرستی کے اثرات

اس کے علاوہ ان ممالک میں فرقہ واریت اور قوم پرستی کے اثرات بھی بہت زیادہ ہیں، چونکہ وہاں کام کرنے ولوں کی اکثریت کم تعلیم یافتہ، مزدور اور محنت کش افراد پر مشتمل ہے، اس لیے...... یہ لوگ اپنے اپنے ملکوں سے فرقہ واریت اور قوم پرستی کے جو اثرات لے کر یہاں آئے تھے، یہاں کے ماحول نے اسے اور زیادہ مؤثر اور شدید بنا دیا ہے۔ اس لیے، یہاں کے مسلمان کوئی بڑا اجتماعی کام انجام دینے سے قاصر ہیں اور علمائے کرام کی زیادہ تر توانائیاں ایک دوسرے کو کافر بنانے پر صرف ہو رہی ہیں (۴۸) اس صورت حال نے یہاں کے تعلیم یافتہ طبقے خصوصاً نسل کو دین سے برگشتہ کر دیا ہے۔

جبکہ عربوں، افریقیوں، ترکوں، اور دوسرے ملکوں کے مسلمانوں میں لسانی اور نسلی تعصب اس درجے پر ہے، کہ وہ دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کو خاطر میں لانے کے لیے تیار نہیں ہیں، اور

دوسرے ملکوں کے مسلمان بھی، انہیں، اس قومی اور نسلی تعصب کی بنا پر اہمیت نہیں رہتے۔ (۴۹)

اس لیے ...... یہاں اگر یہ کہا جائے تو بجا ہوگا کہ مغربی ملکوں کے مسلمانوں کے حل کے حوالے سے، کسی بھی ملک میں، کوئی مؤثر کام نہیں ہو رہا، امریکہ اور برطانیہ کے کچھ ادارے اس سے شاید مستثنیٰ کیے جاسکتے ہیں۔

۳۔ شوق اور جذبے کی کمی

علاوہ ازیں اس کا ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ مقامی مسلمانوں میں اپنے مسائل کے حل کے لیے، کچھ زیادہ شوق اور جذبہ موجود نہیں ہے۔ اسی لیے علماء اور اہل علم کی طرف لوگوں کا رجحان بہت کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ...... طویل عرصے تک غیر مسلم ماحول میں رہنے کی بنا پر، ان کے اندر جذبہ ایمانی کافی حد تک کم ہوگیا ہے، پھر ہر شخص خود اپنا ہی مفتی اور مجتہد بنا بیٹھا ہے اور اپنے ضمیر و قلب سے، جنہیں حالات نے مکمل طور ر مردہ بنا دیا ہے، اپنی مرضی کا فتوی حاصل کر لیتا ہے۔ مزید براں چونکہ یہاں آنے والوں کی اکثریت کم پڑھے لکھے لوگوں کی ہے، جو اپنے اپنے ملکوں میں بھی، دین سے کچھ زیادہ قریب نہ تھے اور یورپ میں تو حالات ہی اس نوع کے ہیں کہ آدمی میں ''دین سے بیزاری'' اور بھی بڑھ جاتی ہے اسی بنا پر، مقامی مساجد اور دینی مراکز کا اس پہلو سے کردار بہت محدود ہے۔

۴۔ مغربی ممالک میں قائم اداروں اور تنظیموں کا کردار

جہاں تک مغربی ممالک میں قائم مذہبی اداروں اور تنظیموں کے کردار کا تعلق ہے، تو یہ بات نہایت خوش آئند ہے کہ فی الوقت بہت سے مغربی ملکوں میں، مسلمانوں کے کئی ادارے اور کئی تنظیمیں دینی مسائل میں رہنمائی کے لیے مؤثر کردار ادا کرنے میں مصروف عمل ہیں، جن میں سے درج ذیل اداروں کا بطور مثال، ذکر کیا جاسکتا ہے:

۱۔ یورپی کونسل برائے تحقیق و افتاء

یہ جدید مسائل و معاملات میں مسلمانوں کی رہنمائی کرنے والا، ایک اہم ترین ادرہ ہے ...... اس کے موجودہ صدر، معروف مسلمان مفکر اور فقیہ ڈاکٹر محمد یوسف القرضادی ہیں۔ یہ کونسل مغرب کے مختلف ملکوں میں اپنے اجلاس منعقد کرتی ہے، اور جدید مسائل پر، اپنا نقطۂ نظر ...... فتوے یا فیصلے کی صورت میں جاری کرتی ہے۔ (۵۰)

۲۔ مجمع الفقہی الاسلامی

یہ عرب ممالک میں قائم، ایک بہت اہم ادارہ ہے، جو مختلف مسائل و عنوانات پر، اپنے ارکان کے بحث و مباحثہ کی روشنی میں ''فتاوی'' اور فیصلے جاری کرتا ہے۔

اس کے مختلف اجلاسوں کے فیصلوں پر مشتمل، کئی مجموعہ یا مضامین میں شائع ہو چکے ہیں۔

۳۔ شرعی فقہاء اسمبلی (امریکہ)

یہ بھی اسی نوعیت کا ادارہ ہے جس میں پاکستان، ہندوستان اور عرب ممالک کے بہت سے علمائے کرام بھی شامل ہیں...... یہ ادارہ بھی جدید مسائل کے حل کے سلسلے میں مغربی ممالک میں عموماً اور امریکہ میں آباد مسلمانوں کے مسائل کا حل اور مداوا تجویز کرتا ہے۔(۵۱)

۴۔ اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا

یہ ادارہ بھی اسی نوعیت کا ہے، اگرچہ نام کی حد تک ہندوستان کے مسلمانوں و حالات تک محدود ہے، لیکن اس کا دائرہ کار تمام دنیا کے خصوصاً ایسے ممالک کے اپنے والے مسلمانوں کے مسائل ہین۔ جو کسی غیر مسلم ملک میں بطور اقلیت رہتے ہیں۔(۵۲)

۴۔ دوسرے ادارے

ان بڑے اور مؤثر اداروں کے علاوہ تقریباً ہر ملک میں مختلف تنظیمیں اور ادارے کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح اکثریتی آبادی والے مسلمان ممالک کے بہت سے ادارے بھی، مغربی مسلمانوں کو اپنے رسائل و جرائد کے ذریعہ ''یا مفتی آن لائن'' (Mufti on line) کے ذریعے...... رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

لیکن جیسا کہ ہم نے اوپر تذکرہ کر آنے میں سب سے اہم مسئلہ مغربی ملکوں میں مقیم مسلمانوں میں، جذبے اور تعلیم کی کمی، کو قرار دیا جا سکتا ہے اس حوالے سے، مغربی ملکوں کے مسلمانوں میں فکری بیداری کا پیدا ہونا ضروری ہے۔

حوالہ جات

۱۔ پروفیسر محمد سلیم، عالمگیریت اور نیا استعمار، در ترجمان القرآن، جلد ۱۳۔ شمارہ ۴، بابت، اپریل ۲۰۰۳ء، ص ۷۱۔۸۰۔

۲۔ مغرب نے آسمانی تعلیمات سے انحراف کو انسانی حقوق کا نام دے رکھا ہے، (الشریعۃ، ۱۶ جنوری ۱۹۹۹ء، ص ۱۷۔۱۸۔ از ادارہ، نیز رسالہ مذکور، بابت جنوری ۱۹۹۷ء، ص ۷۳۔۸۲)

۳۔ دیکھیے مجاہد الاسلام قاسمی، مغربی مسلمانوں کے مسائل، علماء کے لیے چیلنج...... در ماہنامہ الشریعۃ نومبر ۱۹۹۴ء۔ ص ۲۷۔۲۸

۴۔ التوبہ......۹/ ۷

۵۔ الانفال، ۸/۷۳؛ التوبہ، ۶۷۔۶۸

۶۔ سید سلیمان ندویؒ: غیر اسلامی ماحول میں اسلامی تشخص، در الشریعۃ نومبر ۱۹۹۴ء، ص ۱۱۔۱۳

۷۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، حیدر آباد، غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے مسائل، در بحث ونظر' دہلی، شمارہ ۱۵/۱۳، رجب، رمضان ۱۴۲۵ھ/ اکتوبر، دسمبر ۲۰۰۴ء۔ ص ۵۵۔ مقالہ نگار کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے لیے علیحدہ بستیاں آباد کرنا ہی زیادہ مناسب ہے، تاہم اگر آزار کا اندیشہ نہ ہو تو مخلوط آبادی میں شامل ہونے میں بھی مضائقہ نہیں۔

۸۔ ایضاً ص ۵۷۔۵۸...... مقالہ نگار نے صرف معاملات اور مدارات کی حد تک جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

۹۔ الممتحنہ، ۶۰/ ۸۔۹

۱۰۔ مسلمانوں کو کھانے پینے (اکل حلال) کے سلسلے میں۔ قرآن حکیم بڑی احتیاط کا حکم دیتا ہے۔ (دیکھیے البقرہ۔ ۲/ ۱۶۹)

۱۱۔ القرآن الکریم ۴/ النساء، ۸۶۔ یہاں اگرچہ الفاظ میں عموم ہے، مگر سنت متواترہ اور قرآن کریم میں مذکور، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طرز عمل (سورۃ: طٰہٰ، ۴۷) سے یہی واضح ہوتا ہے کہ غیر مسلم کو "السلام علیکم" نہ کہا جائے اور احادیث میں سے کہ اگر ناگزیر ہو تو صرف وعلیکم کہہ دیا جائے۔

۱۲۔ دیکھیے مغرب میں آزادی نسواں کے نتائج، در الشریعۃ دسمبر ۲۰۰۰ء ص ۸۔۱۰۔۵

۱۳۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، در بحث ونظر، ص ۶۰

۱۴۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل (مطبوعہ حیدر آباد، دکن)، ص ۶۲۔۸۲

۱۵۔ مؤلف مذکور، غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے مسائل۔

۱۶۔ بحث ونظر، اکتوبر، دسمبر ۱۴۲۱ھ۔ ص ۲۴۔۲۵۔

۱۷۔ ایضاً رسالہ بحث ونظر، ص ۲٦۔۲۷، مقالہ نگار اس حق میں ہیں کہ انہیں دار الصلح یا دار العہد قرار دیا جاسکتا ہے۔

۱۸۔ ایضاً، ۳٦۔۴۲...... خاکسار کو کئی مغربی ممالک میں جانے کا اتفاق ہوا...... وہاں کے مسلمانوں سے ملاقات کی روشنی میں...... یہ کہنا مناسب ہوگا کہ مسلمانوں کے لیے غیر مسلموں کی سیاسی جماعتوں میں شمولیت چنداں مفید نہیں، اس صورت میں مسلمانوں کے نمائندے کفار کو خوش کرنے اور سیاسی جماعتوں میں اپنا قد اونچا کرنے کے لیے عجیب وغریب حرکتیں کرتے اور قلا بازیاں کھاتے ہیں، اس کے مقابلے میں جن مسلمانوں نے اپنی الگ سیاسی جماعتیں قائم کر رکھی ہیں یہ جماعتیں مسلمانوں کے لیے بہتر کام کر رہی ہیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ ان ملکوں کے رہنے والے مسلمان اپنی الگ جماعتیں قائم کریں۔

۱۹۔ خالد سیف اللہ رحمانی، در بحث ونظر، دہلی، شمارہ ۵۱۔ ص ۴۷۔۴۷

۲۰۔ جیسا کہ سیرت کا ہر طالب جانتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ساتھ معاہدہ کرنے اور ان کا تعاون حاصل کرنے میں کبھی بھی تردد نہیں فرمایا۔ آپؐ کے زمانے میں ''میثاق مدینہ'' جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ منورہ کے مشرک اور یہودی قبائل کے مابین طے ہوا تھا۔ اس کی واضح مثال ہے۔

۲۱۔ الترمذی، ۱/ ۲٦ (کتاب الجہاد)

۲۲۔ المائدہ، ۵/ ۵

۲۳۔ البقرہ (۲/ ۲۲۱)

۲۴۔ النور، ۲۴/ ۲، ۳

۲۵۔ البقرہ (۲/ ۲۲۱)۔ نیز دیکھیے شرعی فقہاء اسمبلی کے فیصلے، در ماہنامہ محدث، لاہور

۲٦۔ مولانا ریاض الحسن نوری۔ جبری شادی اور بیرون ممالک کی شادیوں کے مسائل کا حل، سہ ماہی ''منہاج''، لاہور: جنوری ۱۹۹۹ء، ص ۱۷

۲۷۔ ڈاکٹر عارف علی عارف، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، ملائیشیا، متبادل ماں (یا کرایہ پر حاصل کردہ بچہ دانی) اسلامی نقطۂ نظر، ترجمہ صفدر۔ در بحث ونظر، نئی دہلی، انڈیا، ص ۴۲

۲۸۔ ایضاً، ص ۵۵۔۵٦

۲۹۔ ایضاً، ص ۵۸۔۵۹، مقالہ نگار نے واضح کیا ہے کہ اس صورت میں ماں وہی ہوگی، جس کا بیضہ حاصل کر کے بارآور کیا گیا اور بچے کو پیدا کرنے والی عورت اس کی ماں نہیں ہوگی۔ اس کی حیثیت محض ایک ''انا'' یا خادمہ کی ہوگی۔ جس کی خدمات کرائے پر حاصل کی گئیں

۳۰۔ دیکھیے ڈاکٹر نثار احمد، کلوننگ کا سائنسی عمل، ص ۵۳، در ماہنامہ محدث، لاہور۔ ج ۳۵، شمارہ ۱،

جنوری ۲۰۰۳ء، ص ۵۳۔ ۶۰

۳۱۔ محمد ظہیر الدین بھٹی، یورپی مسلم خاندان، مسائل اور حل، درترجمان القرآن، جلد ۱۸، شمارہ ۴، اپریل ۲۰۰۱ء، ص ۶۳۔ ۶۵، ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری، امریکہ میں مقیم نوجوانوں کے مسائل، درتعمیر افکار، کراچی، جلد ا۔ دسمبر ۲۰۰۱ء۔ ص ۲، تا ۸

۳۲۔ تیرہویں فقہی سیمینار کے فیصلے، دربحث ونظر، دہلی، بابت اکتوبر دسمبر ۲۰۰۰ء شمارہ ۵۱/۱۳، ص ۱۵۱

۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ یورپی کونسل، کے اجلاس منعقدہ کاڈبلن فیصلہ، دربحث ونظر، مطبوعہ دہلی، شمارہ ۱۵/ ۱۶، محرم۔ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ، ص ۵،

۳۵۔ دیکھیے المرغینانی، ہدایہ، مطبوعہ مجتبائی، دہلی، کتاب الطلاق، ج، ا

۳۶۔ دیکھیے البحر الرائق فصل فی الکفاءۃ، ۱۴۱/۱۳

۳۷۔ بحث ونظر، مطبوعہ دہلی، محرم۔ جمادی الاولی ۱۴۲۲ھ/ اپریل، ستمبر، ص ۱۵۰۔ خالد سیف اللہ رحمانی، مقالہ غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے مسائل۔

۳۸۔ ازمحترم ریاض الحسن ندوی، انٹرنیٹ اور بیرون ممالک شادیوں کے مسائل کا حل، درمنہاج جنوری ۲۰۰۱ء، ص ۱۳۔

۳۹۔ دیکھیے فتاویٰ عالمگیری، کتاب النکاح

۴۰۔ محمد فہیم اختر ندوی، غیر مسلم کی رقم مسجد میں لگانے کا حکم، بحث ونظر، شمارہ ۵۱، ص ۱۰۹

۴۱۔ قرآن کریم (التوبہ، ۹/۸۴) مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ مشرکوں کو مسجد حرام کے قریب نہ آنے دیں اور اسی جگہ کفار کے متعلق یہ بیان کیا گیا کہ ان کے لیے مسجد کی تعمیر مناسب نہیں ہے۔

۴۲۔ ایسا کرنا کم سے کم مکروہ ضرور ہے، دیکھیے: بحث ونظر، ص ۶۴۔ ۶۵،

۴۳۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنی کتاب اسلام کا نظام زکوٰۃ وعشر میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ایسا کرنا درست ہے۔ نیز دیکھیے دربحث ونظر، دہلی، شمارہ ۵۱

۴۴۔ حوالہ مذکور میں یکساں موقف اختیار کیا گیا ہے کہ ایسا کرنا درست ہے۔

۴۵۔ اس عنوان پر دیکھیے، ماہنامہ الشریعۃ، اکتوبر ۱۹۹۶ء، ص ۴۰۔ ۴۶؛ ''مغربی ممالک میں مسلمانوں کے بچوں کی دینی تعلیم''، ظہیر الدین بھٹی، یورپی مسلم خاندان، مسائل اور حل، درترجمان القرآن، اپریل ۲۰۰۱ء، ص ۶۳۔ ۶۵

۴۶۔ ڈاکٹر حافظ حقانی، یہاں امریکہ میں مقیم نوجوانوں کے مسائل، درتعمیر افکار کراچی، جلد، شمارہ ۷۔ بابت دسمبر ۲۰۰۰ء خاکسار کو اپنے دوسرے یورپ کے سفر کے دوران (جون، جولائی ۲۰۰۴ء) میں ناروے، سویڈن، ڈنمارک اور فرانس میں ذاتی طور پر ان حالات کے مشاہدے کا موقعہ

ملا...... ناروے میں ایک پانچوں وقت کے نمازی بزرگ، اس بات پر سخت پریشان تھے کہ ان کی بیٹی دس سال سے ایک سکھ کے ساتھ رہ رہی ہے۔ اسی سے زیادہ تشویش ناک حالات سویڈن اور فرانس کے مسلمانوں کے ہیں۔ مگر افسوس کہ اس کے حل کی طرف مسلمان تنظیمیں اور ادارے متوجہ نہیں ہیں۔

۴۷۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ فرانسیسی حکومت تو ایک غیر مسلم حکومت ہے، مگر اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ صدیوں سے مسلمانوں کی روایات کی پاسبان ترکی حکومت نے بھی مسلمان عورتوں کے اسکارف لینے پر پابندی لگا رکھی ہے۔ جو ایک نہایت افسوس ناک امر ہے۔ (اس عنوان پر ملاحظہ ہو مردہ کوا کچی...... سابق رکن ترک پارلیمنٹ سے ایک انٹرویو بعنوان اسکارف بمقابلہ بندوق، از منی حمادیہ، ص ۹۹، ۶۲، در ترجمان القرآن، جلد ۱۲۸، شمارہ ۴۔ بابت اپریل ۲۰۰۱ء۔)

۴۸۔ ناروے، سویڈن اور فرانس میں خاکسار کو اس کے عملی مشاہدے کا موقع ملا، بلکہ اس حوالے سے کئی اہم میٹنگ بھی ہوئیں، مگر کوئی نتیجہ نہ نکل سکا۔

۴۹۔ خاکسار کو پیرس کے ایک اسلامی سینٹر میں جانے کا اتفاق ہوا، جہاں ایک ہی مسجد میں جمعۃ المبارک کی دو نمازیں ہوتی ہیں۔ پہلے پاکستانی مسلمان اپنی نماز جمعہ پڑھتے ہیں۔ اس دوران عرب اور افریقین باشندے خاموش بیٹھے رہتے ہیں، جب یہ لوگ جمعہ سے فارغ ہوجاتے ہیں تو پھر عربوں کا امام نماز جمعہ پڑھاتا ہے۔ جس میں عرب اور افریقن مسلمان شامل ہوتے ہیں، یہ طرز عمل خالصتاً نسلی اور لسانی بنیادوں پر ہے۔

۵۰۔ مثال کے طور اس کے آٹھویں اجلاس میں، جو اندلس کے شہر بلنسیہ میں منعقد ہوا (۱۸ تا ۲۲ جولائی ۲۰۰۱ء کو منعقد ہوا، تجارتی ناموں، تجارتی ٹائٹل، ٹریڈ مارک، تالیف اور ایجاد و اختراع، وغیرہ کے خرید و فروخت کے حق کو تسلیم کیا گیا، نیز کمپیوٹر پروگراموں کی محفوظیت (Preservaition) ان کی خریداری اور فروخت وغیرہ کے حق کو درست قرار دیا گیا۔ اسی طرح یہ مشورہ دیا گیا کہ مسلمانوں کو امداد باہمی کی بنیاد پر گروپ لائف انشورنش قائم کرنی چاہئیں، جو ایک دوسرے کی بہبود پر مبنی ہوں۔ اسی طرح عورت کے قبول اسلام اور مرد کے عدم قبول کے سلسلے میں عورت کو نیا نکاح کرنے سے قبل مرد کے مسلمان ہونے کا انتظار کرنے کا مشورہ دیا گیا، اور خلع کے لیے عدالتی فیصلے کو ضروری قرار دیا گیا (در بحث ونظر دہلی، بابت، اپریل ستمبر ۲۰۰۱ء ص ۱۵۶ تا ۱۵۴)

۵۱۔ اس کے فیصلوں کی روداد ماہنامہ رسالے ''محدث'' میں شائع ہوئی ہے (دیکھیے محدث، جلد ۳۵/ شمارہ ۹، ۱۰)

۵۲۔ اس کی روداد، علامہ مجاہد الاسلام قاسمی کی زیر ادارت طبع ہونے والے رسالہ سہ ماہی ''بحث ونظر''

میں شامل ہوتی ہے، جو اپنی طرز کا ایک منفرد رسالہ ہے جس میں اعلیٰ پائے کے تحقیق وعلمی مقالے شائع ہوتے ہیں۔ دیکھیے، بحث ونظر، بابت ماہ اپریل۔ستمبر ۲۰۰۱ء، ص ۱۵۱۔۱۵۷؛ جس میں اس کے تیرہویں اجلاس کے مندرجہ ذیل فیصلوں کا ذکر ہے۔ انقلاب ماہیت سے، احکام کی تبدیلی، احوال زکوٰۃ کی سرمایہ کاری، جبری شادی (کی ممانعت اور احکام) جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے عقود ومعاملات کا شرعی حکم، جہیز کی حرمت، مسجد کی شرعی حیثیت کے بارے میں تمام مکاتب فکر کے علماء کا متفقہ فیصلہ۔ اس عنوان پر مزید دیکھیے: رچرڈ جی وائیکر، (پروفیسر لاء اینڈ ورلڈ فیملی پالیسی سنٹر برمنگھم)، ترجمہ تورانیہ قاضی، شادی اور خاندان کا مرکزی کردار، در ترجمان القرآن، جلد ۱۲۸، شمارہ ۳۔ مارچ ۲۰۰۳ء، ص ۴۱، ۵۰؛ (۲) مختلف المذاہب لوگوں کے ساتھ رہنا، در ترجمان، جلد ۱۳۱، شمارہ ۸، اگست ۲۰۰۴ء (۳) سید عرفان گیلانی، یورپ میں اسلام، در ترجمان، شعبان، ۱۴۲۳/ اکتوبر ۲۰۰۲ء، ص ۳۷ و بعد؛ (۴) اسماعیل ابراہیم نواب، الزام کس پر، در ترجمان، بابت، مارچ ۲۰۰۲ء، جلد ۱۲۹، شمارہ ۲؛ (۵) پروفیسر عبدالقدیر سلیم، کراچی، مغرب اور اسلام، تہذیبوں کا تصادم، در ترجمان، جلد ۱۲، شمارہ ۱۵ بابت مئی، ۲۰۰۱ء ص ۴۷۔۵۴؛ (۶) شرعی فقہی اسمبلی (امریکہ) مغربی ممالک کے مسلمانوں کے بعض روزمرہ مسائل کا حل (۲ قسطیں) در محدث ۳۵/ ۱۰۹؛ (۷) مغربی معاشرہ کی چند جھلکیاں، در ماہنامہ الشریعۃ، جنوری ۱۹۹۷ء، ص ۷۳۔۸۲؛ (۸) نفاذ شریعت اور مغربی ممالک میں مقیم مسلمانوں کی ذمہ داریاں، الشریعۃ، اپریل ۱۹۹۶ء، ص ۴۴۔۵۱؛ (۹) سید سلیمان ندوی، غیر اسلامی ماحول میں اسلامی تشخص۔ در ماہنامہ الشریعۃ، نومبر ۱۹۹۴ء، ص ۱۱۔۳۳ (۹) عمار خان ناصر، غیر مسلم حکومتوں سے تعلقات کی حدود کیا ہیں (ماہنامہ الشریعۃ، نومبر ۱۹۹۰ء، ص ۳۵۔۳۷؛ (۱۰) محمد اویس خان، کیا غیر مسلم عدالتیں مسلمان خاوند بیوی کا نکاح فسخ کرسکتی ہیں۔ در الشریعۃ؛ (۱۱) سید جلال الدین عمری، غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیت کا شرعی موقف، در سہ ماہی تحقیقات اسلامی، دودھ پور، علی گڑھ، مارچ ۲۰۰۱ء/ شوال ۱۴۲۱ھ، ص ۲۰۰۵ء؛ (۱۲) یورپی رفقاء کونسل، غیر مسلم رشتہ دار سے مسلمان کی وراثت، عورت کا خود کو طلاق دینا، غیر مسلم قاضی کی تنفیذ طلاق، غیر مسلم عورت کے سامنے عورت کا ستر کھولنا، در بحث ونظر، شمارہ ۵۲، ص ۱۱۴۔ (۱۳) جلال الدین عمری، غیر مسلم ریاست میں مسلمان کا کردار، در تحقیقات اسلامی انڈیا، ۲/۲۱، ص ۱۲۵۔۱۵۸